دینی ادارے کا نظم ونسق اور نظام تعلیم

مولانا عبدالغفار

قال اللّٰہ تبارك وتعالیٰ : لقد منّ الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولاً من انفسهم يتلوا عليهم آيته ويزكيهم ويعلمهم الكتٰب والحكمة وان كانو من قبل لفی ضلل مبين۔وقال النبی ﷺ انما بعثتُ معلّماً۔ وقال علیه الصلوٰۃ والسلام : إن الله وملائكتهٗ وأهل السموٰت والأرضين حتى النملة في جحرها وحتى الحوت في الماء ليصلون على معلمي الناس الخير۔

ایک دینی مدرسہ کا نظم ونسق اور اس کا انتظامی ڈھانچہ کس طرح تشکیل پانا چاہئے، جس سے اُس مدرسہ کی کارکردگی اچھی ہو، مدرسہ کا انتظام اچھا ہو، وہ مدرسہ ایک اچھا اور مثالی مدرسہ کہلائے جانے کا مستحق ہو، زیر نظر مضمون میں ان پر کچھ گذارشات پیش کی گئی ہیں۔

مدرسہ کے تین بنیادی ارکان:...... جب ہم اپنے اس ماحول میں ایک دینی مدرسے کا تصور کرتے ہیں اور دینی مدرسے کو ہم دیکھتے ہیں تو وہاں ہمیں تین چیزیں نظر آتی ہیں: (۱)......اُس مدرسے اور اُس دینی ادارے کے سربراہ، مہتمم یا مدیر۔(۲)......اُس مدرسے میں خدمت انجام دینے والے مدرسین، تعلیم دینے والے اساتذہ اور ملازمین۔(۳) طلباء۔ ہر مدرسہ کے انتظامی ڈھانچہ میں آپ کو یہ تین ارکان ہی نظر آئیں گے۔

رکن اول: مہتمم ادارہ:......جو مدرسے کے سربراہ اور مہتمم ہوتے ہیں یہ بڑے اولوالعزم لوگ ہوتے ہیں، یہ ہم سب کے شکریے اور خراجِ تحسین کے مستحق ہیں کہ یہ بیچارے کوشش کر کے، محنت کر کے اور تنکا تنکا جوڑ کر ادارہ قائم کرتے ہیں۔ پھر اُس مدرسے میں ہمیں اور آپ کو دین کی خدمت کا موقع ملتا ہے، دیگر کئی ملازمین کو اس میں خدمت کا موقع ملتا ہے۔ یہ ہماری اِس خدمت کا بہت بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔ اب ایک مہتمم کی جو مشکلات ہوتی ہیں وہ اُس کو اور اُس کے خدا کو معلوم ہے۔ مدرس کو مدرسہ کے اخراجات اور اس کی مشکلات کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ طلباء کے خورد ونوش کا انتظام، بجلی کے بل، اِن

کے لئے رقم کی فراہمی، اس طرح تعمیرات، تنخواہیں اور دیگر کئی پریشانیوں کا بوجھ یہ مہتممین حضرات اُٹھاتے ہیں ان مشکلات کو ادارے کا سربراہ جانتا ہے۔

مہتمم حضرات کی ذمہ داریاں؟:......میں سمجھتا ہوں کہ جب ہم یہ کہیں کہ مدرسے کا انتظام وانصرام اچھا ہونا چاہیے، نظم ونسق خوب سے خوب ہونا چاہئے، وہ مثالی مدرسہ کہلانا چاہئے تو اس میں سب سے بڑا اہم کردار اِس ادارے کے مہتمم کا ہوتا ہے۔ ہم اِس مہتمم کو بیچ میں سے نکال نہیں سکتے۔

پہلی چیز: اخلاص:......ایک ادارے کے سربراہ، مہتمم کو ایک اچھا اور مثالی مدرسہ بنانے کے لئے سب سے پہلے جس چیز کا خیال رکھنا چاہیے وہ اس کی حسن نیت ہے کہ اس نے یہ مدرسہ جو بنایا ہے مقصد اس کا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو کہ میں جو مدرسہ قائم کر رہا ہوں، ادارہ قائم کر رہا ہوں تو میرا مقصد یہ ہے کہ یہاں قرآن وسنت کے علوم کی حفاظت بھی ہو، قرآن وسنت کے علوم کی اشاعت بھی، اور قرآن وسنت کے علوم کی ترویج بھی، یہ ہم نے مسلمانوں تک پہنچانا ہے تاکہ سارے کے سارے مسلمان اپنے دین پر صحیح صورت میں عمل کر سکیں اور ظاہر بات ہے یہ بہت نیکی کا کام ہے اور اہم عبادت ہے اور ہر عبادت کے اندر اخلاص کا ہونا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إنما الأعمال بالنيّات وإنما لإمرىء مانوىٰ، فمن كانت هجرتهٗ إلى الله ورسوله فهجرتهٗ إلى الله ورسوله ومن كانت هجرتهٗ إلى دنيا يصيبها أوامرأةٍ يتزوّجهافهجرتهٗ إلى ماهاجر اليه.

تو مہتمم کو اور ہم سب کو اس چیز کا سب سے پہلے خیال رکھنا ہے، اپنے دلوں کو ٹٹولنا ہے، اپنی نیتوں کو صحیح کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے جو ادارہ ہوگا یقیناً وہ ادارہ ترقی کرے گا اور وہ ادارہ کامیاب ہوگا، لیکن اللہ نہ کرے! اللہ نہ کرے! اگر یہاں کوئی خرابی آتی ہے اور اس کے اندر کوئی کمی آتی ہے تو وہ ادارہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ کسی نے اگر یہ سوچا کہ چلو دنیا کے روزگار اور کاروبار کے لئے ایک مدرسہ ہی بنا لیتے ہیں تو ایسا ادارہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا، کیوں؟ ......اخلاص بنیاد ہے اور بنیاد جب خراب ہو کسی عمارت کی، وہ عمارت کبھی سیدھی ہو نہیں سکتی وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔

حضرت بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ بھئی ''اگر کسی نے مدرسہ دنیا کے لئے بنایا تو آخرت کا سب سے بڑا عذاب ہوگا''۔ دیکھو نا لوگ ہمارے ساتھ کتنا تعاون کر رہے ہیں، اپنا مال دے رہے ہیں، اپنے جگر گوشے ہمارے حوالے کر رہے ہیں اور ہم اس کو نام ونمود کے لئے بنائیں، شہرت کے لئے بنائیں یا کوئی اور مقصد ہو تو پھر ظاہر بات ہے ہمارا گریبان ہوگا قیامت کے دن اور اِن لوگوں کا ہاتھ ہوگا۔ ہماری گردن ہوگی اُن کے پاؤں ہوں گے۔ یہ ہماری گرفت کا باعث بنے گا۔ ''لیکن مدرسہ اگر کسی نے بنایا ہے آخرت کے لئے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تو پھر یہ دنیا میں عذاب ہے'' دنیا میں اس کے لئے مشکلات ہیں۔ اب مشکلات کیا ہیں...؟

مہتمم جب سوچے گا کہ یہ قوم کی امانتیں میرے پاس ہیں، لوگوں نے مجھے مکلّف بنادیا ہے، امین بنادیا ہے تاکہ میں اِن کی امانتوں کو صحیح مصرف میں خرچ کروں، وہ پھونک پھونک کر قدم رکھے گا۔ وہ سوچے گا کہ آیا یہ کام جو میں کر رہا ہوں، مدرسے کا یہ مال جو میں خرچ کر رہا ہوں، جس شعبے میں خرچ کر رہا ہوں آیا یہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟...... حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت بنوریؒ کے ساتھ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مدرسہ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے تو اِن کے پاس کوئی مہمان آیا اُن کو لکھنے کی ضرورت پڑی تو انہوں نے وہاں سے کاغذ اٹھایا وہ کاغذ مدرسے کا تھا۔ اب وہ مہمان بھی بڑے قابلِ احترام۔ حضرت بنوریؒ نے اُن سے وہ کاغذ لے لیا کہ جناب یہ مدرسے کا کاغذ ہے، مدرسے کے استعمال کے لئے ہے یہ ذاتی استعمال کے لئے نہیں۔ کتنا مشکل ہوتا ہے مہمان کے سامنے یہ کہنا، لیکن جن حضرات کے دلوں میں آخرت کا خوف ہوتا ہے وہ ان چیزوں کا خیال رکھتے ہیں۔

دوسری چیز: مخلص رفقاء:...... ایک مثالی اور اچھے مدرسے کے لئے یہ بات بڑی ضروری ہے کہ اُس مہتمم کو، اُس دینی ادارے کے سربراہ کو اچھے ساتھی میسر آجائیں۔ مخلص رفیق، محنتی اساتذہ میسر آجائیں۔ ایسے اساتذہ ہوں کہ وہ تدریس کے میدان میں آرہے ہوں بس اُن کا مقصد تدریس ہو۔ تدریس کو وہ ایک عبادت سمجھ کر کے آئیں، ایک چیلنج سمجھ کر آئیں۔ اِس میدان میں آنا اُن کی کوئی مجبوری نہ ہو۔ انہوں نے اِس پیشے کو بڑی عبادت سمجھ کر اختیار کیا ہو، یہ معمولی کام نہیں یہ بہت بڑا کام ہے۔ اگر اِس مہتمم کو ایسے اچھے اساتذہ، محنتی اساتذہ، انتھک اساتذہ اور جذبے اور محنت کے ساتھ کام کرنے والے ساتھی مل جائیں یہ اس مدرے کی بڑی کامیابی ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے ظاہر بات ہے کہ مہتمم صاحب کو اچھے ساتھیوں کے انتخاب کی کوشش کرنی چاہیے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگنا بھی چاہئے اے اللہ! اِس مدرسے کو چلانے کے لئے، اِس دینی ادارے کو چلانے کے لئے مجھے اچھے اساتذہ اور محنتی اساتذہ عطا فرما۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر مہتمم اللہ کے سامنے جھولی پھیلاتا ہے، اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اللہ ضرور دستگیری فرمائیں گے اور اس کو ایسے ساتھی عطا فرمائیں گے۔

مخلص رفقاء ناگزیر ہوتے ہیں:...... دیکھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے کارِ نبوت اُن کے حوالے کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ ﴿واجعل لی وزیراً من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری﴾ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دین کے کام میں ایک اچھے ساتھی کا مل جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اہل علم کے لیے صرف اشارہ ہی کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے مکی دور میں کتنی مشکلات تھیں اور ان مشکلات میں رسول اللہ ﷺ دعا مانگ رہے ہیں **اللھم اعزّ الاسلام بعمر بن الخطاب أو بعمرو بن ھشام** ۔ اے اللہ! اسلام کو تو عزت عطا فرما، یا تو عمر بن الخطاب کے ساتھ یا عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل کے ساتھ۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے

اچھے ساتھی کی دعا کی ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دینی ادارے کے سربراہ کو ساتھیوں کے انتخاب میں اور ساتھیوں کے چناؤ اور مدرسین کے انتخاب میں بڑی کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ سے مانگنا چاہیئے۔

مولانا عبداللہ شہیدؒ کا رفقاء کے بارے میں فکرمند رہنا:...... حضرت مولانا عبداللہ شہیدؒ (بانی جامعہ فریدیہ و مہتمم) بڑے اللہ والے اور بڑے درویش تھے۔ ادارے کے لئے بڑی دعائیں دعا مانگا کرتے تھے اور یہ جو دینی ادارے ہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے مہتمم جھولی پھیلا کر رو کر مانگتا ہے، تب چلا کرتے ہیں۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ کے سامنے بڑے روتے رہتے تھے۔ میں نے پہلے کراچی میں پڑھا پھر بنوری ٹاؤن میں پڑھاتا تھا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا تصور اور ذہن میں کبھی یہ نہیں آیا تھا کہ میں کراچی چھوڑوں گا، لیکن تقدیر اپنے اسباب خود بناتی ہے اللہ تعالیٰ کی شان ہے بس میرے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے کراچی سے آنے کا مشورہ دیا، ہمارے ایک ساتھی مفتی فاروق صاحب جو ایک سال پہلے یہاں (جامعہ فریدیہ) آگئے تھے انہوں نے مجھے ترغیب دی کہ آپ بھی آجائیں چچا نے بھی کہہ دیا تو فوراً میرا ذہن بدل گیا حالانکہ اُس وقت حالات بھی کراچی کے خراب نہیں تھے، مفتی فاروق صاحب نے جب کہا کہ آپ ادھر آجائیں یہاں ضرورت بھی ہے ساتھیوں کی۔ تو مجھے یاد ہے جب میں آیا تو حضرت (مولانا عبداللہ شہیدؒ) وہاں گیٹ کے سامنے دفترِ محاسب سے نکل رہے تھے مفتی فاروق صاحب نے میرا تعارف کروایا بڑے خوش ہوئے اور فوراً مجھے ملے اور فرمایا ''بس! بس! ہماری دعا قبول ہوگئی ہماری دعا قبول ہوگئی'' تو مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت اللہ سے دعا مانگا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اچھے ساتھی عطا فرمائیں، مخلص رفیق عطا فرمائیں اور محنتی مدرسین عطا فرمائیں۔

مشہور مدرس کا لانا مدرسے کی کامیابی نہیں، ناکامی ہے:...... بڑی معذرت کے ساتھ، کہ یہ مدرسے کی کامیابی نہیں ہے کہ کوئی مہتمم بڑے مشہور مدرسین کو چن چن کر لے آئے کہ فلاں بڑا مشہور مدرس ہے اس کے ساتھ اتنے طالب علم ہوتے ہیں، یہ مدرسے کی کامیابی نہیں ہے بلکہ یہ مدرسے کی ناکامی ہے۔ کیونکہ اگر ایسے مدرسین مدرسہ کے اندر آئیں گے اُن کے کام کرنے کا اپنا مزاج ہوگا، کام کرنے کی اپنی ترتیب ہوگی، وہ مہتمم کو اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ وہ مطالبات کرے گا، فرمائشیں ہوں گی۔ اگر مہتمم نے ان کے مطالبات پورے کیے، فرمائشیں پوری ہوتی رہیں تو بہت اچھا۔ لیکن اگر جونہی مہتمم نے کوئی مطالبہ پورا نہیں کیا، کوئی فرمائش پوری نہیں ہوئی یا یہ کہ کسی اور مدرسے نے زیادہ تنخواہ کی پیش کش کردی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مدرس دوسرے مدرسے میں چلا جائے گا اور اس کے ساتھ آنے والے طلبہ بھی دوسرے مدرسہ میں چلے جائیں گے تو اپنے ساتھ وہ پورا مدرسہ لے کر جائے گا۔ وہ مدرسہ خالی ہوجائے گا تو کسی مشہور مدرس کے آنے سے اس مدرسے میں استحکام نہیں آئے گا مدرسے کا نظم و نسق مثالی نہیں ہوگا۔ اس لئے مہتمم کے ذمے جو دوسری چیز ہے وہ اللہ سے مانگنا کہ اے اللہ! ہمیں مخلص رفیق عطا فرما۔ اگر مخلص رفقاء مہتمم کو مل جائیں یہ انشاء اللہ مدرسے کی کامیابی ہے، اس سے مدرسہ

ترقی کرے گا۔

تیسری چیز: اساتذہ کے ساتھ رویہ:...... جس مہتمم کو اچھے ساتھی اور اچھے مدرسین مل جائیں تو مہتمم کا رویہ اُن مدرسین کے ساتھ بڑا کھلا ہو۔ برادرانہ رویہ ہو، حاکمانہ نہ ہو۔ کہیں مہتمم یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ میں مہتمم ہوں اور یہ میرے ماتحت ہیں میرے ملازم ہیں۔ اگر مہتمم نے اِن مدرسین کو ملازم سمجھ لیا کہ یہ میرے ملازم ہیں تو مدرسہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ مہتمم کو چاہئے کہ ان کو اپنا ساتھی، اپنا معاون اور اپنا مددگار سمجھے ہمارے سامنے تو رسول اللہ ﷺ، حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات خلفاء راشدینؓ کی مثال ہونی چاہئے۔ انہوں نے اپنے ماتحتوں اور ساتھیوں کے ساتھ کتنا بے تکلفانہ اور برادرانہ رویہ رکھا۔ کبھی اُنہوں نے اپنے اور ماتحتوں کے درمیان فاصلے نہیں رکھے۔

مدرسین اور ملازمین کی عزت نفس کا خیال رکھنا چاہئے:...... اِن مدرسین اور ملازمین کی بھی عزت نفس ہوتی ہے۔ اگر مہتمم ادارہ نے اِن ملازمین کو اور ان مدرسین کو اپنا ملازم سمجھ لیا اور تکبر والا اور حاکمانہ رویہ ان کے ساتھ اختیار کیا تو ان کے دل ٹوٹ جائیں گے اور وہ دل سے کبھی کام نہیں کریں گے۔ لیکن اگر ان کو اپنا بھائی، اپنا مددگار سمجھے اور ان کو ساتھ لے کر کے چلے تو ان شاء اللہ وہ اپنے دل سے کام کریں گے۔ مہتمم اِن مدرسین کو عزت دے گا اور ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھے گا تو یہ مدرسین بڑے اخلاص اور بڑی جانفشانی کے ساتھ کام کریں گے اور دن رات ایک کر کے اس مدرسے کی ترقی کے لئے کام کریں گے۔

چوتھی چیز: آپس کی مشاورت:...... آپس کی مشاورت ایک ایسی صفت ہے جس سے مدرسہ ترقی کرتا ہے اور مدرسے کا نظم ونسق بہتر ہوتا ہے۔ مدرسے کے اہم کاموں میں اپنے مدرسین کو مشاورت میں شریک کرے۔ کسی بھی اہم کام میں جب مشورہ کیا جاتا ہے تو اس کام کے جتنے پہلو ہوتے ہیں وہ سامنے آجاتے ہیں۔ اگر زیادہ مدرسین ہیں، تو ان میں سے چیدہ چیدہ حضرات کی شوریٰ قائم کرلیں۔ اگر کوئی اہم معاملہ ہو تو اس میں سارے مدرسین کو شامل کریں اور وہ معاملہ اُن کے سامنے رکھے اور ان سے بھی مشورہ طلب کرے تو اس میں مزید خیر ہوگی اور مشورہ لیتے وقت بہتر یہ ہے کہ جس طرح ہماری تبلیغی جماعت کے حضرات مشورے کے لئے بیٹھتے ہیں تو ایک ساتھی مشورہ کے آداب بیان کردیتا ہے، مثلاً: یہ کہ بھئی جو ساتھی بھی رائے دے باقی ساتھی اس کو غور سے سنیں اور اجتماعی مفاد کو سامنے رکھ کر رائے دی جائے کسی کی تردید نہ کی جائے، اپنے ذاتی مفادات کو سامنے رکھ کر مشورہ نہ دیا جائے۔ اسی طرح ایک مدرس مشورہ کے آداب بیان کردیا کرے، جب مشورے کے آداب بیان ہوں گے تو سب کے سامنے مشورہ کی حقیقت، اہمیت اور ضرورت واضح ہوجائے گی تو ہر ساتھی مدرسہ کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھ کر اخلاص کے ساتھ مشورہ دے گا تو اس میں ضرور خیر اور برکت آئے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اخلاص کے ساتھ وہ بیٹھیں گے، اللہ رب العالمین ضرور اخلاص کی برکت سے کوئی نہ کوئی اچھی بات کسی کے دل میں ڈال دیں گے اور جب مجموعی آراء سامنے آئیں گی تو پھر اللہ تعالیٰ اس مہتمم اور اس منتظم کے دل میں

اچھی بات ڈال دیں گے ان شاء اللہ صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں یہ چیز بڑی معاون ہوتی ہے، بڑی مددگار ہوتی ہے۔اس میں غلطی کا امکان کم سے کم ہوتا ہے۔

مشورہ حضور ﷺ اور صحابہؓ کی سنت ہے: ......مشورہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر اہم صحابہؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ مشورہ کیا کرتے تھے۔حضرات خلفاء راشدین کی سنت بھی یہی تھی اور قرآن کا حکم بھی یہی ہے۔رسول اللہ ﷺ صاحبِ وحی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھی آتی ہے، جس میں کسی قسم کی غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں:﴿وشاورهم في الامر﴾ اپنے ساتھیوں کو مشورے میں شریک کیا کریں۔یہ ہماری تعلیم کے لئے ہے کہ ہم بھی اپنے کام مشورے سے کیا کریں۔قرآن میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے، اپنے اچھے بندوں کی مدح بیان فرماتے ہیں تو ان کی ایک صفت یہ بھی بیان فرماتے ہیں:﴿والذين استجابوا لربهم واقاموا الصلوٰة وامرهم شوریٰ بينهم﴾ان کے کام آپس کے مشورے کے ساتھ ہوتے ہیں۔

یہ دین کا کام، تعلیم کا کام، تدریس کا کام یہ بھی بڑا اہم کام ہے۔مہتمم اور سربراہ ادارہ کو چاہئے کہ معاملہ فہم اور تجربہ کار رفقاء کی شوریٰ بنائیں، اس شوریٰ کے مشوروں سے جو فیصلے ہوں گے ان برکات اور خیر آپ کو کھلی آنکھوں نظر آئیں گی۔

پانچویں چیز: تقسیم کار اور دوسروں کے کام میں عدم مداخلت:......تقسیم کار کا لحاظ اور خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ظاہر بات ہے کہ ایک ادارہ ہے، وہاں کئی قسم قسم کی ضروریات ہیں، کئی شعبہ جات اور کئی کام ہیں۔ادارہ میں سارے کام ایک فرد تو نہیں کرسکتا۔اس لئے ادارے کے کام کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے مہتمم کو چاہیے کہ مدرسین کے ذوق کی مناسبت سے کام تقسیم کردے۔مالیات کا نظام ایک ساتھی کے حوالہ کردیا۔تعمیرات کا کام دوسرے ساتھی کے حوالے کر دیا۔مطبخ مطعم کا نظام ایک ساتھی کے حوالہ کردیا۔تعلیم کے کام کی نگرانی کسی دوسرے ساتھی کے حوالے کردی۔یہ ہے تقسیم کار، پھر مہتمم کو چاہئے کہ جس کے حوالے جو بھی کام کر رہا ہے اس کو پھر اختیار بھی دے اور اختیار کی حدود بھی متعین کردے کہ آپ نے اس حد تک جانا ہے، بالخصوص ناظم کے اختیارات کی حدود۔ناظم نے کیا کرنا ہے، طلباء کے کون کون سے امور اُن سے متعلق ہوں گے، اساتذہ، مدرسین کے کون کون سے امور اُن سے متعلق ہوں گے۔ساری چیزیں طے کر کے ان کو اختیار دے پھر اس میں مداخلت نہ کرے۔البتہ کام کی نگرانی کرتا رہے اور ضرورت کے وقت مناسب طریقے سے ان کو مشورہ دیتا رہے۔اسی طرح ناظم دارالاقامہ، ناظم مطبخ اور دیگر شعبوں کے جتنے ناظمین متعین ہوں ان کے کام اور اختیار کی حدود متعین ہوں اور پھر اپنے اپنے شعبوں میں انہیں اختیار دیئے جائیں اور ان کے کام میں مداخلت نہ کی جائے تاکہ وہ خود اعتمادی سے کام کرسکیں۔

ایک مثال:......دیکھیں، آپ نے کسی کو گھوڑے پر بٹھایا ہے تو گھوڑے کی لگام بھی اس کے ہاتھ میں دیں کہ وہ

گھوڑے کو کس طرح چلاتا ہے، لیکن آپ نے کسی کو گھوڑے پر بٹھایا کہ بھئی گھوڑا چلاؤ، گھوڑے کو دوڑاؤ، لیکن گھوڑے کی لگام آپ اپنے ہاتھ میں رکھیں تو کیا وہ گھوڑے کو دوڑا سکے گا....؟ کبھی نہیں دوڑا سکتا۔ مہتمم کو چاہئے کہ جب کسی کو نظامت کے گھوڑے پر بٹھایا ہے تو اس کی لگام بھی اس کے ہاتھ میں دے، پھر اس کی صلاحیتیں دیکھیں، یہ بڑی بات ہوگی۔

مہتمم ناظمین کے امور میں مداخلت نہ کرے:...... ہمارے علماء کرام ماشاء اللہ بڑی صلاحیتوں والے ہوتے ہیں لیکن اہم چیز خود اعتمادی ہے، ان کو اعتماد دیا جائے کہ یہ کام آپ نے خود کرنا ہے۔ ہمارے ہاں عموماً یہ ہوتا ہے کہ کسی کو کوئی ذمہ داری جاتی ہے تو اس میں مداخلت کی جاتی ہے، اختیارات نہیں دیے جاتے، مثلاً: مہتمم صاحب نے ایک کو ناظم بنا دیا، ناظم بنانے کے بعد پھر اُس کے امور میں مداخلت ہوتی ہے، مثلاً ایک طالب علم ہے وہ چھٹی پر گیا ہوا ہے، کس نے چھٹی دی ہے، معلوم ہوا کہ مہتمم صاحب نے دی ہے اور ناظم کو پتہ ہی نہیں۔ کئی حضرات ایسے ہوتے ہیں وہ بے چارے دل میں یہ سوچتے ہیں کہ اگر انہوں نے یہ کام کرنا تھا تو پھر مجھے کیوں ذمہ دار بنایا۔ اس سے ان کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے، اس سے اُس ناظم کا دل ٹوٹتا ہے، وہ خود اعتمادی کے ساتھ کام نہیں کرسکتا۔ اس لئے سربراہ ادارہ کو چاہئے کہ تقسیم کار کرے اور اس کے ساتھ ساتھ پھر اختیارات دے اور پھر اختیارات کی حدود متعین کرے اور پھر اس میں مداخلت نہ کرے۔

ناظمین کی ذمہ داری:...... اسی طرح جو ناظمین حضرات ہیں، یا کسی شعبے کے ذمہ دار ہیں، ان کو بھی چاہئے کہ جو اختیارات ان کو دیئے گئے ہیں، بس وہی اختیارات استعمال کریں، اپنی حدود میں رہیں، حد سے باہر نہ جائیں کہ اس حد تک یہ میرا کام ہے اور یہ مہتمم صاحب کا کام ہے۔ مہتمم کے کام اپنے ہاتھ میں نہ لیں، مہتمم کی ذمہ داریوں کو نہ نبھائیں۔ اِلّا یہ کہ مہتمم اگر کہے تو پھر الگ بات ہے، لیکن ایسا نہ ہو کہ مہتمم کی اجازت کے بغیر جو مہتمم کے کام ہیں وہ بھی کر رہے ہیں۔ نظام اس سے خراب ہوتا ہے، آپس کے اختلاف و انتشار اس سے ہی بڑھتے ہیں۔ ایک گھر آپ دیکھ لیں، ایک گھر میں چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ بیٹا بھی ہوتا ہے باپ بھی ہوتا ہے اگر گھر کے اندر باپ والے اختیار بیٹا استعمال کرنا شروع کردے تو پھر اختلاف و انتشار ہوگا اور معاملہ خراب ہو جائے گا۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر کے، حدود میں رہ کر کے اپنا کام کرے گا تو وہ ادارہ ان شاء اللہ ترقی کرے گا۔ وہ ادارہ اچھا ادارہ بنے گا، مثالی ادارہ بنے گا۔

چھٹی چیز: مدرسین کی ضروریات اور اُن کی تنخواہوں کا معقول انتظام:...... ظاہر بات ہے کہ اِن مدرسین کی بھی ضروریات ہیں، ملازمین کی بھی ضروریات ہیں۔ تو مہتمم ادارہ کو چاہئے کہ ان مدرسین کی ضروریات کا بھی انتظام کرے۔ جو ایک مناسب تنخواہ ہے وہ ان کو دے۔ ہمارے مدارس کے اس ماحول میں مدرسین کی بہت تھوڑی تھوڑی تنخواہیں ہیں، الا نادراً یہ ان مدرسین کی بڑی قربانی ہے اور اس دور میں دنیا والے اگر ان کو دیکھیں تو وہ حیران ہوں گے، ہمارے مدارس کے مدرسین، مساجد کے ائمہ اس مہنگائی کے دور میں بھی بہت ہی قلیل مشاہرے پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں دنیوی اداروں کے ملازمین اور گورنمنٹ ملازمین کی تنخواہیں زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر نظر رکھیں:...... میں بڑے ادب اور بڑی معذرت کے ساتھ مہتممین حضرات سے عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر نظر رکھیں یہ مدارس اللہ تعالیٰ ہی چلا رہے ہیں۔ مدارس چلانا اگر اُن کے بس کی بات ہوتی تو مشکل ہو جاتا، جیسے مولانا عبدالعزیز صاحب کہا کرتے ہیں: ''ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ایک دن بھی مدرسہ نہ چلا سکتے''...... اللہ تعالیٰ چلانے والے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر نظر رکھیں، رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ مہتمم ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ مدرسین کو مناسب تنخواہ دیں گے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلائیں گے ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ضرور اس کا بندوبست فرمائیں گے۔

برصغیر ہندو پاک کے جتنے بھی دینی مدارس اور دینی ادارے ہیں ان میں کوئی بھی دینی ادارہ ایسا نہیں ہے کہ بھرپور وسائل اُن کے پاس ہوں۔ ہمارے یہ دینی ادارے دنیوی اداروں سے بالکل مختلف ہیں۔ دنیا والے تو پہلے وسائل جمع کرتے ہیں، وسائل آنے کے بعد وسائل کے اعتبار سے کام کرتے ہیں، لیکن ہمارے ان دینی مدارس میں اس طرح نہیں ہوتا، ہمارے ہاں تو پہلے کام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کام کے اعتبار سے وسائل دیتے ہیں یعنی ہمارے ہاں پہلے طلباء ہوتے ہیں، جتنے طلباء ہوں گے، جتنے مدرسین ہوں گے اللہ تعالیٰ اِن کے مطابق وسائل بھی دیں گے اور ان شاء اللہ کام بھی ہوتا رہے گا۔

وسائل کی کمی سے مدرسہ کبھی بند نہیں ہوگا:...... اگر ہم اللہ کے لئے کام کر رہے ہیں تو واللہ یہ مدارس کبھی وسائل کی کمی کی وجہ سے بند نہیں ہوں گے۔ ہماری کسی غلطی یا جرم کی وجہ سے تو مدرسہ بند ہوسکتا ہے لیکن وسائل نہ ہونے کی وجہ سے، مال نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ بند ہو جائے ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اس لئے مہتممین حضرات کو ذرا فراخدلی کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور مدرسہ میں کام کرنے والے جتنے ملازمین اور جتنے بھی مدرسین ہیں ان کی ضروریات کا ایک معقول انتظام کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ، اللہ رب العالمین اپنے خزانوں سے ضرور دیں گے۔

ادارے کی ترقی کے لئے کارکنان کی یکسوئی:...... مدرسین کو جب یہ سہولتیں دیں گے تو ان کو دلجمعی حاصل ہوگی، سکون ہوگا، یکسوئی ہوگی پھر یہ ادارے ترقی کریں گے۔ جب تک کسی مدرس کو آپ یکسوئی نہیں دیتے، دلجمعی نہیں دیتے، اُس بے چارے کے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے تو کیا وہ آئے گا صبح پڑھانے کے لئے.....؟ بالفرض اگر آیا بھی تو وہ تھوڑی دیر کے لئے آئے گا اپنا ٹائم پورا کر کے معاش کی تلاش میں جائے گا۔ کوئی دوکان کھولے گا، کوئی ریڑھی لگائے گا، یا جا کر کوئی اور کام کرے گا۔ یہ بھی انسان ہے اس کے ساتھ بھی کنبہ ہے، خاندان ہے، بیوی بچے ہیں، اُن کو گھاس تو نہیں کھلا سکتا۔

مدرس کے قلیل مشاہرہ میں برکت ہوتی ہے:...... لیکن اتنی بات تو ماننی پڑے گی کہ تنخواہ جتنی بھی ہو، مدرس کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل رہا ہے، اگر تدریس یا دینی خدمت اللہ تعالیٰ کے لئے کر رہا ہے، یقیناً اُس میں خیر و برکت ہوگی۔ اور یہ ہمارا تجربہ ہے، مدرسین حضرات کے تجربے اور علم میں یہ بات ہوگی کہ مدرسے کا جو تھوڑا سا مشاہرہ ہوتا ہے، اللہ رب

العالمین اُس میں بھی بڑی برکت ڈال دیتے ہیں۔ ہم خود دیکھتے ہیں اللہ رب العالمین نے مدرسہ کے مشاہرہ میں بڑی برکت رکھی ہے اس تھوڑی رقم سے اللہ تعالیٰ ساری ضروریات بھی پوری کر دیتے ہیں اور اسی قلیل رقم میں اللہ رب العالمین ہمارے احباب کو حج وعمرہ بھی نصیب فرماتے ہیں۔

برکت کا ایک واقعہ:......ایبٹ آباد کالج میں ہمارے ایک شاگرد پروفیسر ہیں۔ایک بار از خود کہنے لگے کہ استاد جی اس وقت کالج سے مجھے چالیس ہزار سے زائد تنخوہ مل رہی ہے لیکن مہینہ پورا نہیں ہوتا کہ وہ پیسے ختم ہو جاتے ہیں، جبکہ اس سے پہلے میں ایک مدرسے میں پڑھاتا تھا۔ اس میں چار پانچ ہزار میری تنخواہ تھی، بڑے اطمینان سے، سکون سے میں کام کر رہا تھا۔

مدرس زیادہ تنخواہ کا مطالبہ نہ کرے:......مدرس اگر اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھا رہا ہے اور اُس کی نظر اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق سمجھتا ہے۔ "ومامن دابّة فی الارض الا علی الله رزقها" پر اُس کا ایمان اور یقین ہے اس کو بھی چاہیئے کہ تنخواہ بڑھانے کے مطالبے نہ کرے۔ اگر ادارہ بڑھا دے تو بہت اچھا ہے۔نہیں بڑھاتا تو یہی سمجھے کہ میں مہتمم کے لئے نہیں پڑھاتا ہوں، میں اللہ کے لئے پڑھا رہا ہوں، وہی میری کفالت کرے گا۔

قاری رحیم بخش صاحبؒ کا واقعہ:......قاری رحیم بخش صاحبؒ کا واقعہ ہے۔ بہت پُرانی بات ہے، خیر المدارس کے ابتدائی زمانے کی، جب مولانا خیر محمد صاحبؒ مدرسے کے مہتمم تھے۔اُس وقت بھی بڑی بڑی تنخواہیں نہیں تھیں۔ مدرسین کی تنخواہیں کم تھیں تو سب مدرسین نے مل کر کے تنخواہ میں اضافے کی درخواست دی اور یہ کہا کہ اگر ہماری تنخواہیں نہیں بڑھائیں گے تو ہم کلاس میں بھی نہیں جائیں گے تو قاری صاحبؒ نے بھی دستخط کر دیئے۔ درخواست مولانا خیر محمد صاحبؒ کی خدمت میں پیش ہوئی۔ انہوں نے تنخواہ نہیں بڑھائی اور کسی وجہ سے درخواست رد کر دی۔ صبح مدرسین نے اتفاق کیا کہ ہم کلاس میں بھی نہیں جائیں گے۔ اسی دوران قاری رحیم بخش صاحبؒ آئے اور کلاس کی طرف جانے لگے تو مدرسین اُن کے پاس گئے کہ حضرت! کلاس میں نہیں جانا۔ حضرت نے فرمایا کیوں؟ کہنے لگے ہماری درخواست رد کر دی گئی۔ کہنے لگے "درخواست رد کر دی، کوئی بات نہیں ہم کوئی "خیر محمد" کے لئے تھوڑا ہی پڑھا رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھا رہے ہیں۔ یہ طلباء دین کے لئے نکلے ہوئے ہیں، یہ طلباءِ دین ہمارے انتظار میں ہیں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ طلباء بیٹھے ہوئے ہوں، کلاسیں لگی ہوئی ہوں اور ہم کلاس کے اندر نہ جائیں" بس اسی سے وہ سارا اتفاق ٹوٹ گیا اور دوسرے مدرسین بھی کلاسوں میں چلے گئے۔

....(جاری ہے)..................

☆......☆......☆